سوال

(11) کسی کے وسیلے اور صدقہ کے ساتھ دعا مانگنی کیسی ہے ؟

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

کسی کے وسیلے اور صدقہ کے ساتھ دعا مانگنی کیسی ہے ؟ مثلا : ایک شخص کہتا ہے کہ اے خدا اپنے رسول پاک کے صدقے میں میری اس بیماری کو دور کر دے ۔ یا قرآن کے طفیل میں میری خطاؤں کو بخشش دے ۔ یا فلاں بزرگ کے وسیلے اور برکت سے ہمارے اموال وجائیداد میں ترقی عنائت فرما ۔ بقول شخصے حضرت مولانا اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ شرک ہے ، واللہ اعلم بالصواب ۔ اور ادھر کے اکثر حنفی مولویوں سے فتویٰ پوچھا گیا ۔ تو انہوں نے اس طریقہ دعائیہ کو مستحسن قرار دیا اور بعضوں نے تو صرف جائز قرار دیا اور بعضوں کہا کہ بغیر وسیلہ کے کوئی دعا مقبول بارگاہ ہی نہیں ہو سکتی ۔

ان میں سے بعض نے استسقا کی حدیث پیش کی ۔ اور بعضوں نے من کانت لہ ضرورة، فلیتوضأ فیحسن وضوئہ یصلی رکعتین ، ثم یدعو اللھم اسلک واوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمة ، یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی فی حاجتی ہذہ، لتقصی لی، اللھم شفعة فی...........،،، (ترمذي ، نسائی ، ابن ماجہ ترمذي کتاب الدعوات باب : 119(3578)5/569 ابن ماجة کتاب الصلاة باب ماجاء فی صلاة الحاجة(1384)1/442) : ''منقول از حصن حصین ،، اور کسی نے درود شریف : " اللھم صلی علی محمد و سیلتی الیک وآلہ وسلم صلی اللہ علیک یا محمد ،، اور کسی نے سعدی علیہ الرحمہ کے اشعار خدایا بحق بنی فاطمہؓ لخ

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

واضح ہو کہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اپنے تمام دینی امور اور کاموں کو اللہ اور رسول کے قانون پر پیش کرے ، ارشاد ہے فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ ... ٥٩ ...النساء قانون الہی اس کام کی اجازت دے تو عمل میں لائے ۔ نہ اجازت دے تو اس سے پرہیز کرے ، ایک مومن کے لیے حجت اور دین صرف قرآن اور حدیث ہے ۔ اس لیے اس کو اپنا ہر عمل انہیں دونوں کسوٹیوں پر پرکھنا چاہیئے ۔ ٹھیک اترے تو اس عمل پر ثابت رہے ورنہ چھوڑ دے ، جس چیز کا ثبوت قرآن وحدیث اور بدرجہ آخر عمل صحابہ سے نہ ہو اس کو بدعت جان کر ترک کر دے ۔ ''من احدث فی امرنا ہذا مالیس منہ فھو رد ،، الحدیث (بخاری کتاب الصلح باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فھو مردود 3/167، مسلم کتاب الاقضیہ باب نقص الاحکام الباطلة(1718)3/1343)

سوال میں بیان کردہ مروجہ ''توسل ،، یعنی : کسی کے صدقہ اور وسیلے کے ساتھ دعا مانگنی (جس میں متوسل بہ کا ذی عقل ہونا ، یا زندہ ہونا ، یا اس کو ہمارے توسل کا علم ہونا ، یا اس کی دعا کا بھی دخل ہونا مشروط اور ضروری نہیں ہوتا) نہ قرآن کریم سے ثابت ہے ، نہ احادیث رسول ﷺ سے ، نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ، نہ تابعین وائمہ عظام سے ، غرض یہ کہ یہ طریقہ خیر القرون میں موجود نہیں تھا ، اس لیے بلاشبہ بدعت ہے جس سے پرہیز کرنا ضروری ہے ۔

مولوی انورشاہ مرحوم لکھتے ہیں : '' واعلم ان التوسل بین السلف ، لم یکن کما ہوالمعہود بیننا ، فانہم اذا کانوا یریدون ان یتوسلوا باحد ، کانوایذہبون بمن یتوسلون بہ ایضا معہم لیدعوالہم ، ثم یستعینون باللہ ویدعونہ ویرجون الاجابۃ منہ ببرکۃ شمولہ ووجودہ فیہم ، (قال) : أما التوسل باسماء الصالحین ، کما ہوالمتعارف فی زماننا ، بحیث لایکون للمتوسلین بہم علم بتوسلنا ، بل لاتشترط فیہ حیاتہم ایضا ، وانما یتوسل بذکراسماء ہم فحسب ، زعما منہم ان لہم وجاہۃ عنداللہ وقبولا فلایضیعہم بذکراسماء ہم ، فذلک امرلااحب أن أقتحم فیہ ، فلاأدعی ثبوتہ علی السلف ولاأنکرہ (قال) : وأما قولہ تعالی : '' وابتغواالیہ الوسلیۃ ، ، فذلک اقتضی ابتغاء واسطۃ ، لکن لاحجۃ فیہ علی التوسل المعروف بالاسماء فقط ، (قال) : وأجازہ صاحب الدرالمختار ، ولکن لم یأت بنقل عن السلف ، ، انتہی (فیض الباري 433/3).

قلت : لم یثبت من أحد من السلف ، التوسل المعروف فی زماننا ، ولایمکن لأحد من ہولاء الزائغین الضالین عن الحق أن یثبتہ أبدا ، ولوکان بعضہم لبعض ظہیرا ، ولا عجب مما اجحم عنہ صاحب الفیض ، أعنی القول بکون التوسل المعروف بدعۃ ، فانہ قد أجازالاستفاضۃ من اہل القبور ، فماترجوامنہ بعد ذلک ، ولیعلم أن قولہ تعالی : '' وابتغواالیہ الوسیلۃ ، ، لایقتضی ابتغاء واسطۃ ، کماتفوہ بہ صاحب الفیض ، لأن المرادبالوسیلۃ القرب ، والمعنی : اطلبوالقرب من اللہ تعالی بالأعمال الصالحۃ ، وارجع الی تفسیرالحافظ ابن کثیر وغیرہ من کتب التفاسیر

توسل مروجہ کے جواز پر بہت سے نقلی اور عقلی دلائل پش کئے جاتے ہیں ، جن میں سے دو مشہور دلیلیں سوال میں درج کی گئیں ہیں ، لیکن ان میں سے ایک دلیل بھی مثبت مدعا نہیں ہے ، استسقاء حضرت عمر والی حدیث صحیح بخاری (کتاب الصلاۃ باب سؤال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا 2 15) میں باین الفاظ مروی ہے ۔

عن أنس ، أن عمر استسقی بالعباس ، وقال : اللہم إنا کنا إذا أجد نتوسل إلیک بنبینا فتسقینا ، وإنا نتوسل إلیک بعم نبیک ، فاسقنا ، فیسقون ، ، ظاہر ہے کہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہ) آں حضرت ﷺ کی حیات طیبہ میں آپ کی دعا اور سفارش سے توسل کیا کرتے تھا ، آں حضرت ﷺ ان کےلیے دعا فرماتے اور ساتھ ہی صحابہ بھی دعا فرماتے جیسے امام اور مقتدی دونوں دعا کرتے ہیں ، پھر جب آں حضرت ﷺ وفات پاگئے تو صحابہ نے حضرت عباس کی دعا سے توسل کیا ، چنانچہ حضرت عباس کی دعا کے یہ الفاظ نقل کئے جاتے ہیں : '' اللہم إنہ لم ینزل بلاء إلا بذنب ، ولم یکشف إلا بتوبۃ ، وقد توجۃ القوم بی إلیک ، لمکانی من نبیک ، وہذہ أیدینا إلیک بالذنوب ونواصینا إلیک بالتوبۃ ، فاسقنا الغیث ، ، (فتح الباري 2/ 497) ، پس یہ توسل ایک بزرگ زندہ شخص کی دعا اور سفارش سے ہوا ، نہ مردہ شخص کی ذات سے یا اس کی نام سے ۔ اوراس حدیث سے ثابت شدہ توسل میں اور توسل مروجہ میں آسمان وزمین کا فرق ہے ۔ جس توسل کو ہم بدعت کہتے ہیں وہ ثابت نہیں ہوا ۔ اور جو ثابت ہے ہم اس کے منکر نہیں ، اگر توسل بالمیت جائز تھا تو حضرت عمر دیگر صحابہ کرام نے بجائے حضرت عباس کے خود آنحضرت ﷺ سے کیوں نہیں توسل کیا ؟ اور مولوی انورشاہ مرحوم فرماتے ہیں : '' لیس فیہ التوسل المعہود الذي یکون بالغائب ، حتی قد لایکون بہ شعور أصلا ، بل فیہ توسل السلف ، وہو أن یقدم رجلا ذا وجاہۃ عنداللہ تعالی ، ویأمرہ أن یدعولہم ، ثم یحیل علیہ دعائہ ، کما فعل بعباس رضی للہ عنہ عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ، ولوکان فیہ توسل المتأخرین ، لما احتاجوا یاذہاب عباس رضی اللہ عنہ معہم ، ولکفی لہم التوسل بنبیہم بعد وفاتہ أیضا ، أولعباس رضی اللہ عنہ مع عدم شہود معہم ، ، انتہی (فیض الباري 2/379) اور حدیث ذیل جو ترمذی ، نسائی ، ابن ماجہ ، ابن خزیمہ ، مستدرک حاکم (1 526) وغیرہ میں مروی ہے اس سے توسل مروجہ کا ثبوت نہیں ہوتا کیوں کہ اس میں درحقیقت توسل بالدعا ہے اور وہ بھی آں حضرت ﷺ کی زندگی میں ۔ نہ کہ بعد وفات '' أتوجہ ألیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ ، انی توجہت بک إلی ربی ، ، میں بدعاء وشفاعۃ نبیک سے مراد ہے ، اوراس پر دلیل کالفظ '' اللہم فشفعہ فی ، ، ہے پس اس میں آنحضرت ﷺ کی دعا و وسیلہ بنانا ہے اور بلاشبہ جائز ہے ۔ رہ گئی طبرانی کی رویت جس سے معلوم ہوتا ہے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ توسل بالمیت کے قائل تھے ۔ تو وہ رویت ناقابل استدلال ہے لأن فی سندہ روح بن صلاح وہو ضعیف اور سوال میں نقل کردہ درود کے الفاظ کسی معتبر رویت بلکہ ضعیف سے بھی ثابت نہیں ہے ، اس لیے اس سے توسل مروجہ پر استدلال کرنا غلط ہے ۔ اور شیخ سعدی نہ پیغمبر ہیں نہ ان کا کلام حجت ہے ۔ اس لیے اس سے دلیل پکڑنا عبث اور فضول ہے ۔ بلکہ یہ تو حنفی مذہب کے سراسر خلاف ہے ۔

قال ابوالحسن القدوري فی شرح کتاب الکرخی : '' قال بشر بن الولید : سمعت أبا یوسف یقول : قال ابو حنیفۃ : لاینبغی لأحد أن یدعوااللہ تعالی إلا بہ ، وأکرہ أن یقول : اسئلک بمعاقد العز من عرشک ، وأن یقول : بحق فلان وبحق انبیائک وسلک وبحق البیت الحرام ، ، انتہی ، وقال نعمان خیر الدین الحنفی فی جلاء العینین : '' ونقل القدوري وغیرہ من الحنفیۃ عن ابی یوسف أنہ قال ابو حنیفۃ : لاینبغی لأحد أن یدعوااللہ إلا بہ ، وفی جمیع متونہم : أن قول الداعی المتوسل بحق الأنبیاء والأولیاء وبحق البیت والمشعر الحرام مکروہ کراہۃ تحریم ، وہی کالحرام فی العقوبۃ بالنار عند محمد ، ، انتہی ملخصا

خلاصہ جواب کا یہ ہے کہ توسل مروجہ بدعت اور بے اصل چیز ہے قال شیخنا الأجل المبارک فوري فی شرح الترمذي 283/4 : ''الحق عندي أن التوسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حیاتہ ، بمعنی التوسل بدعائہ وشفاعتة جابر، وکذا التوسل تغیرہ من اہل الخیر والصلاح فی حیاتہم ، بمعنی التوسل بدعائہم وشفاعتہم أیضا جائز، وأما التوسل بہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد مماتہ ، وکذا التوسل بغیرہ من أہل الخیر والصلاح بعد مماتہم ، فلایجوز، ، انتہی بعض دیوبندی علماء نے توسل مروجہ کی تجدید یا توجیہ واصلاح اس طرح کی ہے :

''ہم جس توسل کی قائل ہیں اس کی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالی سے حاجت مانگی جائے ، اوراللہ تعالی کو ہی معین اور فریاد درس سمجھا جائے ، اور بزرگوں سے جواللہ تعالی کو خاص محبت اورخاص تعلق ہے اوراس کے وسیلے سے دعا کی جائے ۔ وسیلہ حقیقت میں اللہ کی وہ رحمت ہے جس سے مقبول بندہ نوازا گیا ہے ۔ پس کسی کے وسیلہ سے دعا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی کی خاص رحمت کو، جو اس بندہ پر ہے وسیلہ بنایا گیا ہے خود اس بندہ کو وسیلہ نہیں بنایا گیا ہے ۔ اب تم اللہ کی رحمت و محبت وعنائت کو جس سے خاص بندے نوازے گئے ہیں ، اپنی جاجت کے وقت وسیلہ بنا سکتے ہو، ہر حال میں اللہ توحید ملحوظ رکھو، بندہ کو فاعل اور موثر اور کام بنانے والا نہ سمجھو، ، ۔

(حاشیہ البنیان المشید ترجمہ البرہان المويد)

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

[فتاویٰ شیخ الحدیث مبارکپوری](#)

جلد نمبر 1

صفحہ نمبر 41

محدث فتویٰ